معاہدہ کے لئے ہمارا وزیر خارجہ پھران لوگوں کے ساتھ بیٹھے گا تا کہ ہمیں اقتصادی فائدہ پہنچے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ حکمراں جب اس حد تک پہنچ جائیں' اس کی قومی حمیت ختم ہوگئی ہو' تو پھر وہ قوم کی کیا حفاظت کریں گے' یہ ایک جنگ ہے' ہم اسے اپنے طور پر لڑیں گے اور وہ اپنے طور پر لڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کو اور آپ لوگوں کے ایک خادم کو یہ موقع دیا کہ اس نے پھر یہ سب مسائل دوبارہ تازہ کردیئے۔ یہ بہت بڑی بات ہے دارالعلوم پر اللہ تعالیٰ کا کرم اور آپ کی دعائیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس میں سرخرو کردیا' ان کے دلوں میں بڑی دشمنی اور حسد ہے لیکن ان کے ہاتھ پاؤں اللہ نے مفلوج کردیئے تھے۔ ورنہ تو وہ کیا کچھ نہیں کرسکتے تھے۔ برطانیہ اور برلن وغیرہ سے بھی مجھے اٹھا سکتے تھے لیکن یہ آپ لوگوں کی دعائیں تھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ جنگ اسلام کے حق میں غلبہ کا ذریعہ بنائے۔ اسلام وکفر کے اس معرکہ میں اللہ اسلام کو کامیابی عطا فرمائے۔ اللہ ان طاقتوں (اسلامی) کو دوبارہ زندہ کروادے۔ یورپ کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کردے جس طرح آج پیوٹن سرخ آنکھوں رو رہا ہے۔ ان شاء اللہ تھوڑی مدت بعد آپ لوگ دیکھیں گے کہ اور بھی اسی طرح روئیں گے۔ یہ ایک امتحان بھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ سے نصرت سرخروئی اور غلبے کی دعائیں مانگنی چاہیے۔ ساتھ یہ بھی دعائیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم اور تمام دینی اداروں کو ان کے ضرر سے محفوظ رکھے۔ آپ ان حالات میں مزید بیدار رہیں' یہ اسلام کے قلعے ہیں۔ بالخصوص جہاں آپ بیٹھے ہیں یہ ان کے دماغ میں سرفہرست ہے۔ یہ سب جزئیات ان کو معلوم ہیں اور وہ لوگ (مغربی) وہاں بڑے زور وشور سے پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ یہاں پر دہشت گردی کی تلقین کی جاتی ہے۔ خطرات بھی ہیں اللہ تعالیٰ سے بڑی عاجزی کے ساتھ دعائیں کیجیے کہ ہمیں ان امتحانات کے چیلنجوں میں کامیاب وسرخرو کرے۔ (امین)

جناب پروفیسر طٰہٰ خان

مولانا سمیع الحق یورپ میں

ابھی تک یونین یورپ کی ہے اسلام سے خائف
مسلمانوں سے ملتی ہے سلوک امتیازی سے
اسے ہے عار مولانا سمیع الحق سے ملنے میں
خر عیسیٰ اڑی کرتا ہے اب تک اسپ تازی سے

(قطعہ)۔ مشرق ۲۴ اپریل ۲۰۰۵ء

جناب عرفان صدیقی

اندورں چنگیز سے تاریک تر!

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ یورپی یونین کی طرف سے جس قسم کے تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس کی مذمت اور مخالفت الحمدللہ پوری دنیا کے پریس پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے کی۔ اور خصوصاً پاکستانی میڈیا نے تو اس پر بہت کچھ لکھا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ چند معروف کالم نگاروں کے تاثرات ہم معمولی ردوبدل کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ اس موقعہ پر قومی پریس اور میڈیا کا شکریہ ادا کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے ملکی وقار دینی حمیت اور ملی جذبے سے سرشار ہو کر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے یکجہتی کا اظہار کیا۔.................................(ادارہ)

مولانا سمیع الحق اچھی طرح جانتے ہیں اور کچھ کچھ مجھے بھی اندازہ ہے کہ انہیں برسلز کے ہوائی اڈے پر حراست میں کیوں لیا گیا۔ پروفیسر خورشید احمد سمیت پاکستانی سینٹ کی امور خارجہ کمیٹی کا کوئی اور رکن اس اعزاز کا مستحق نہیں ٹھہرا۔ بیلجئم کی وزارت داخلہ انہیں 'ڈی پورٹ'' کرنے پر تلی بیٹھی تھی۔ یہ بیلجئم کا نہیں۔ یورپی یونین میں شامل 25 ممالک کا متفقہ فیصلہ تھا۔ وزیر اعظم شوکت عزیز کی مداخلت پر مولانا کی رہائی ہوئی تو عالم یہ تھا کہ پاکستانی سفارت خانے کے خوفزدہ اہلکار بھی مولانا کے قریب آنے اور ان کا سامان اٹھانے پر تیار نہ تھے۔ مولانا کو خود ہی دو بھاری بیگ اٹھا کر چلنا پڑا۔ یورپی پارلیمنٹ کی برطانوی رکن نینا گل نے مشاہد حسین سید و پر واضح کر دیا کہ سمیع الحق نامی شخص کو وفد میں شامل رکھا گیا تو کسی سے بھی ملاقات ممکن نہ ہوگی۔ ناچار پاکستانی وفد نے سامان سمیٹا اور اگلی منزل کو روانہ ہو گیا۔ یہ ہے وہ یورپ جو ہمیں تحمل' برداشت انسانیت' جمہوریت' تہذیبی قرینوں' انسانی حقوق' مساوات' شہری آزادیوں اور اظہار رائے کی آزادی کا درس دیتے نہیں تھکتا اور جس کے حضور ہم سرخمیدہ کھڑے اپنے آپ کو انتہا پسندی کے کوسنے دیتے رہتے ہیں۔

نینا گل کو کون بتائے کہ مولانا سمیع الحق نہ انتہا پسند ہیں نہ دہشت گرد۔ وہ اپنے ڈھب کی ایک منفرد شخصیت ہیں۔ ان کی افتادِ طبع کتنے ہی رنگ رکھتی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ ان کی تہ دار شخصیت کے

اسرار و رموز کو سمجھنا آسان کام نہیں۔ وہ دارالعلوم　اکوڑہ خٹک کے مہتمم بھی ہیں اور اپنے حصے کی جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ بھی۔ ان کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی ایم ایم اے کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔ مولانا کا کمال یہ ہے کہ مولانا فضل الرحمان ہی کی طرح وہ بھی دلیل اور منطق کے بادشاہ ہیں وہ اپنے کسی بھی اقدام کے لئے ایسے شاندار دلائل تراش سکتے ہیں کہ ان کا ہر کام کارنامہ اور ہر قدم جادۂ حق کا سنگ میل نظر آنے لگتا ہے سرکار کی حمایت سے مذہبی امور کی قائمہ کمیٹی کا چیئرمین بننے پر حاسدوں نے مراعات اور مفادات کے آوازے کسے تو مولانا نے اسے ایک مورچے کا نام دیدیا جس میں مورچہ زن ہو کر وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا معرکہ لڑیں گے۔

طالبان رہنماؤں میں سے اکثر ان کے دارالعلوم میں زیر تعلیم رہے۔ ان سے مولانا کا تعلق استاد　شاگرد کے رشتے سے زیادہ نہیں۔ اگر اس ادارے کے فارغ التحصیل نوجوانوں میں سے کچھ نے جہادِ افغانستان میں حصہ لیا تو یہ بھی ان کا اپنا فیصلہ تھا۔ طالبان کی نمود کے بعد جب مولانا سمیع الحق 1995ء میں قندھار گئے تو بصد شفقت مجھے بھی ہمراہ لے گئے۔ ان کا یہ دورہ بھی طالبان کی رسمی اخلاقی حمایت تک محدود تھا۔ دارالعلوم اکوڑہ خٹک میں کبھی بھی نہ ہتھیاروں کا ذخیرہ رہا نہ کوئی تربیتی کیمپ۔ میری معلومات کے مطابق جہادِ افغانستان کے عسکری پہلو سے مولانا کا کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔ دارالعلوم کا سب سے بڑا اثاثہ کتابوں سے بھری الماریاں اور علم کی لگن میں دور دور سے آنے والے طلباء ہی ہیں۔

نائن الیون کے بعد جب افغان جہاد کی پرورش و نمو کرنے والے امریکہ نے طالبان کو دہشت گرد قرار دے ڈالا اور اسکی تیغ بے نیام مسلمانوں کی رگ گلو کا لہو چاٹنے لگی تو اہل قلم زمینی حقائق اور مصلحت کیشی کے مبلغ بن گئے دانش گر سائنس اور ٹیکنالوجی کی دہلیز پر ڈھیر ہو گئے اور بہت سے وارثانِ منبر و محراب کی خطابت بھی چوکڑی بھول گئی۔ مغربی میڈیا اسلام اور جہاد کے خلاف زہر اگلنے لگا۔ مغربی صحافیوں کی بڑی تعداد پاکستان آ بیٹھی اور طالبان کی مادر علمی کے طور پر اکوڑہ خٹک ان سب کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ مولانا سمیع الحق سے انٹرویو کے طلب گاروں کی قطاریں لگ گئیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مولانا نے کمال مہارت سے اسلام' جہاد' طالبان اور مجاہدین کا مضبوط مقدمہ لڑا اور مغربی ذہن کے اشکالات دور کرنے کی عمدہ علمی کوشش کی۔

یہ کوئی سال بھر پہلے کی بات ہے۔ مولانا نے مغربی میڈیا کو دیئے گئے تمام انٹرویوز پر مشتمل ایک کتاب کا مسودہ میرے پاس بھجوایا اور اس کا دیباچہ لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ میرے لئے بڑا اعزاز تھا۔ کتاب کے نام کا تذکرہ چلا تو میں نے کہا ''مغرب سے مکالمہ'' موزوں رہے گا۔ مولانا کو یہ نام نہ بھایا۔ کچھ دنوں بعد کتاب شائع ہو گئی تو مجھے بھی اس کا ایک نسخہ موصول ہوا۔ اندرونی صفحے پر مولانا نے اپنے قلم مبارک سے لکھا:

''محب مکرم عرفان صدیقی صاحب کی خدمت میں کتاب کا پریس سے آنے والا پہلا نسخہ پیش ہے۔ جن

کا قلبِ بیدار اس کتاب کے موضوعات کا ایسا شعلہ جوالہ بن گیا ہے جس سے ایک نہ ختم ہونے والا سوز و گداز کرب، بے چینی اور درد والم کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اور امت خوابیدہ کو پکار پکار کر للکار للکار کر اور سحر انگیز قلم کے کوڑے مار مار کر جگانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اللھم زوفرد سمیع الحق ۲ مئی ۲۰۰۴ء"۔

میں نے کتاب کے گہرے سرخ آتشیں رنگ سرورق پر غور سے دیکھا۔ ایک سفید پرچم پر کلمہ طیبہ رقم تھا۔ سب سے اوپر باریک حروف میں لکھا تھا۔ 21 ویں صدی کی پہلی جنگ "معرکہء صلیب وطالبان" اس کے نیچے جلی حروف میں کتاب کا نام لکھا تھا "صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام" چوکھٹے میں وضاحتی نوٹ پر مشتمل ایک پیراگراف تھا۔ پھر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور انٹرویوز کے مرتب مولانا عبدالقیوم حقانی کے اسمائے گرامی درج تھے سب سے نیچے ایک عالمی گلوب تھا جس پر پاکستان، عراق، ایران، افغانستان اور فلسطین کے رنگین پرچم بنے تھے جن پر چاروں طرف سے طیارے میزائل بم اور راکٹ برسا رہے تھے۔ دائیں جانب ان طیاروں کے اوپر امریکہ، برطانیہ اور کچھ دوسرے ممالک کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اسلام آباد میں اس کتاب کی تقریب رونمائی اچھا خاصا مسئلہ بن گئی جس کی کہانی برادرم اعجاز الحق زیادہ بہتر طور پر سنا سکتے ہیں۔ میں اس تقریب میں شرکت نہیں کر پایا تھا جس کے باعث مولانا ابھی تک کبیدہ خاطر ہیں۔ لیکن مجھے اسی وقت لگا تھا کہ مولانا کے انٹرویوز سے کچھ ہوا یا نہیں ان کی یہ کتاب ضرور قیامت ڈھائے گی۔ اس کتاب اور صاحبِ کتاب پر مشتمل رپورٹ ہر سفارتخانے اپنے اپنے ملک کو ضرور بھیجی ہوگی۔ وہی ہوا دنیا بھر کو جمہوریت اور آزادی رائے کا درس دینے والے یورپ نے مولانا کو مجرم بنا دیا۔ یورپی پارلیمنٹ کے 25 ارکان آسٹریا، بلجیم، قبرص، چیک ری پبلک، ڈنمارک، ایستونیا، فن لینڈ، فرانس، جرمنی، یونان، ہنگری، آئرلینڈ، اٹلی، لٹویا، لکسمبرگ، لیتھوینیا، مالٹا، نیدرلینڈ، پولینڈ، پرتگال، سلواکیہ، سلووینیا، سپین، سویڈن اور برطانیہ نے مشترکہ طور پر طے کیا کہ سمیع الحق کو یورپی پارلیمنٹ کے وفد سے ملنے نہیں دیا جاسکتا۔ یہ ایک فرد کی نہیں پورے پاکستان کی توہین ہے۔ ہمیں تو یہ بتایا جارہا تھا کہ پاکستان اب ساری دنیا کی آنکھ کا تارا بن گیا ہے۔ ہمارے ہاں تو ان کے لئے بھی سرخ قالین بچھتے ہیں جن کے منہ سے مسلمانوں کی رگِ جاں کا لہو ٹپک رہا ہے اور نام نہاد روشن خیالی کا مبلغ یورپ ہمارے ایک رکن پارلیمنٹ سے سے ہاتھ ملانے پر آمادہ نہیں، صرف اس لئے کہ اس کے چہرے پر داڑھی اور سر پر پگڑی ہے اور وہ اس سے مختلف رائے رکھتا ہے۔ یورپ کی اس کج ادائی سے اقبالؒ یاد آ گیا جس نے ایک صدی قبل کہا تھا۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

(نوائے وقت، ۲۲ اپریل ۲۰۰۵ء)

جناب عرفان صدیقی

مولانا سمیع الحق اور جارج

جس دن اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے ایوان بالا کے ایک رکن اور امور خارجہ کی قائمہ کمیٹی کے ممبر مولانا سمیع الحق لندن کے ہیتھرو ائر پورٹ پر برطانوی پولیس کے نرغے میں ''ایک تفتیشی کمرے میں بیٹھے کڑے سوالوں کا سامنا کر رہے تھے اور ان کی جامہ تلاشی لینے کے بعد ان کے بریف کیس میں رکھے ایک ایک پرزے کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں کی جا رہی تھیں اس دن برطانیہ کا جارج فلٹن' وزیراعظم پاکستان سے ملاقات کی تیاریاں کر رہا تھا اور پاکستان کی شہریت حاصل کرنے کے لئے اس کی درخواست اصولی طور پر منظور کی جا چکی تھی۔

بلجیئم میں مولانا کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کا خاصہ چرچا ہوا۔ مجھے مولانا نے ٹیلیفون پر بتایا کہ معاملہ صرف برسلز کی ہوائی اڈے پر ان کی بے توقیری تک محدود نہ تھا بلکہ شہر بھر میں ان کے خلاف بینرز لگائے گئے تھے اور مظاہروں کا سلسلہ پہلے سے شروع تھا۔ انہیں اس شرط پر ائر پورٹ سے نکلنے کی اجازت دی گئی کہ وہ 24 گھنٹوں کے اندر اندر بلجیئم کی حدود سے نکل جائیں گے۔ اگلے دن کے مقامی اخبارات میں مولانا کی تصاویر کے ساتھ زہر میں بجھی سرخیوں اور خبروں کی بھرمار تھی اور یہ تاثر دیا گیا تھا کہ اسامہ بن لادن اور ملا محمد عمر کو دہشت گردی کا ہنر سکھانے والا ایک خون آشام دہشت گرد شہر میں داخل ہو گیا ہے۔

پاکستان کی طرف سے احتجاج اور ذرائع ابلاغ میں اس خبر کی تشہیر کے فوراً بعد جب وفد برطانیہ گیا تو ائر پورٹ پر کوئی انہونی نہ ہوئی۔ واپسی کے وقت بھی مولانا تمام مراحل سے بآسانی گزر گئے اور بورڈنگ کارڈ ہاتھ میں لے کر خراماں خراماں مسافروں کے لاؤنج کی طرف بڑھنے لگے۔ وفد کے قائد مشاہد حسین سید یہ جان کر کہ مولانا اپنا چھوٹا سا بریف کیس اٹھائے بڑے لاؤنج کے دروازے سے داخل ہوئے تو پولیس کے تین قوی ہیکل اہلکاروں نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا۔ مولانا نے خاصا احتجاج کیا لیکن سینٹ سیکرٹریٹ کے ایک سینئر افسر کے سوا وفد کا کوئی رکن ان کے آس پاس موجود نہ تھا' مولانا کو ایک چھوٹے سے کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ ان کی جامہ تلاشی لی گئی' ان کے بریف کیس کو ادھیڑ ڈالا گیا' چالیس منٹ تک ان سے باز پرس کی جاتی رہی کہ وہ لندن میں قیام کے دوران کہاں کہاں گئے' کس کس سے ملے' کس کس سے فون پر بات ہوئی۔ ان کے جیب سے برآمد ہونے والے بارہ سو ڈالروں کے بارے میں تحقیق کی گئی کہ ''اتنی بڑی رقم'' کہاں سے آئی۔ پاکستان کی پارلیمنٹ کے ایک معزز رکن کے ساتھ یہ سلوک ایک

ایسے ملک میں روا رکھا گیا جو اپنے آپ کو جمہوریت کی ماں قرار دیتا ہے جو انسانی حقوق اور رواداری کا مبلغ اعظم بنا بیٹھا ہے۔ بلیجئم کے خلاف احتجاج کی حقیقی نوعیت کے بارے میں سفارتی حلقے ہی کچھ بتا سکتے ہیں لیکن عمومی قیاس یہی ہے کہ یہ احتجاج سے زیادہ، مولانا اور اہل پاکستان کی اشک شوئی کی کوشش تھی، برطانیہ کے بارے میں یہ کچھ بھی نہ ہوسکا کیونکہ وہ بلجیئم سے زیادہ بڑی طاقت ہے اور ہم کچھ عرصے سے بڑی طاقتوں کے سامنے سر اٹھا کر کھڑا ہونے کا فن بھول چکے ہیں

معاملے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہمارے لہو کے اندر وہ ذرات بھی مرتے جا رہے ہیں جو حمیت کے احساس کو تقویت دیتے اور آبرومندی کا سلیقہ بخشتے ہیں۔ ایک رکن پارلیمنٹ کی بے توقیری پوری پارلیمنٹ کی بے توقیری چودہ کروڑ عوام کی عزت نفس پر حملہ ہے۔ اس طرح کی حرکت کا شدید نوٹس لیا جانا چاہیے تھا لیکن زبانی احتجاج اور ایک ہلکی پھلکی قرارداد پر اکتفا کیا گیا۔

جارج فلٹن نامی ایک دراز قد شخص پچھلے تین ماہ سے ایک نجی ٹیلی ویژن چینل کا ایک پروگرام میں شریک ہے۔ جارج فلٹن کا تعلق برطانیہ سے ہے۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس کا پس منظر کیا ہے اور کن خصوصیات کے سبب اس پروگرام کیلئے اس کا انتخاب ہوا۔ اسکی کارکردگی کی ستائش اور پذیرائی کیلئے مذکورہ چینل خود تقریبات منعقد کرسکتا تھا اسے پاکستان کی شہریت کے اعزازِ جلیلہ سے سرفراز کرنے کی منطق کیا ہے؟ وزیراعظم شوکت عزیز سے ملاقات کوئی آسان کام نہیں۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں کوئی وزیراعظم اتنا عوام گریز نہیں رہا لیکن جس دن مولانا سمیع الحق اہل وطن کو برطانیہ کے حسن سلوک کی کہانی سنا رہے تھے، عین اس دن اسلام آباد کے وزیراعظم ہاؤس کے وسیع و شاداب لان میں دو کرسیاں بچھائی گئیں۔ ایک پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیراعظم عزت مآب شوکت عزیز اور دوسری پر برطانیہ عظمیٰ کا انگریز جارج فلٹ تشریف فرما تھے۔ جناب وزیراعظم کے ہونٹوں پر کھیلتی مسکراہٹ ساحلوں سے نکلی جا رہی تھی۔ انہوں نے ایک لفافہ کھول کر جارج فلٹن کو پاکستان کے عوام کی رائے سے مطلع کرتے ہوئے کہا کہ ''66 فیصد لوگوں نے آپ کو شہریت عطا کرنے کے حق میں اور 27 نے مخالفت میں ووٹ دیا ہے جبکہ 7 فیصد نے کوئی رائے نہیں دی لہذا آپ کی درخواست منظور کی جاتی ہے اور اب آپ پاکستان کے شہری ہیں'' جناب شوکت عزیز نے جارج فلٹن کو پاکستانی شہریت عطا کرنے کے بعد کہا'' آپ تو پاکستان میں بہت مقبول ہیں۔ آپکو یہاں الیکشن لڑنا چاہیے'' پاکستان کا شہری ہونے کے ناتے جارج فلٹن اب الیکشن بھی لڑسکتا ہے اور بلند عہدوں تک بھی پہنچ سکتا ہے اور یہ موقع اسے آج کے روشن خیال پاکستان نے فراہم کیا ہے۔ جہاں پہلے ہی تین درجن دوہری شہریتوں کے حامل مناصب جلیلہ پر فائز ہیں۔ برطانیہ جمہوریت کی ماں ہونے کے باوجود ہمارے ایک عالم دین ورکن پارلیمنٹ کی توہین کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں کرتا اور ہم اس افسوسناک واقعہ کے دوسرے ہی دن اسی برطانیہ کے ایک شہری کو اس شان سے شہریت کا اعزاز عطا کرتے ہیں کہ بڑی بڑی جمہوریتوں کو پسینہ آجاتا ہے۔ یہ وہی پاکستان ہے جہاں جہادِ

افغانستان کے دنوں میں یہاں آ کر رچ بس جانے والے عرب مجاہدین کی بیویاں اور بچیاں گلیوں کی خاک چھان رہی ہیں۔ اور یہ وہی پاکستان ہے جس کا دم بھرنے اور اپنے آپ کو ''پاکستانی'' کہلوانے پر فخر کرنے والے بہاری بنگلہ دیش کی گلیوں میں گل سڑ رہے ہیں اور کوئی انہیں پاکستان لانے' شہریت دینے' اور آباد کرنے پر آمادہ نہیں۔ اور یہ وہی پاکستان ہے جس کے ایک سابق وزیر اعظم کو اپنے اہل وعیال سمیت جلاوطن کر دیا گیا ہے اور پاکستان کا معزز شہری ہوتے ہوئے بھی نہ اسے پاسپورٹ جاری کیا جاسکتا ہے اور نہ وہ اپنے وطن واپس آ سکتا ہے۔

مولانا سمیع الحق کو چاہیے کہ وہ اکوڑہ خٹک میں جارج فلٹن کے اعزاز میں ایک استقبالیہ یا ''دستار بندی'' کا اہتمام کریں تا کہ وہ اپنے اہل وطن کو بتا سکے کہ جناب شوکت عزیز ہی نہیں' مولانا سمیع الحق بھی خاصے روشن خیال ہیں اور آئندہ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جائے۔ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۳۰ راپریل ۲۰۰۵)

جناب احمد ندیم قاسمی
معروف شاعر ودانشور

برسلز میں پاکستانی وفد کے ساتھ بدسلوکی

بلجئیم کے صدر مقام برسلز میں یورپی یونین نے پاکستان کے منتخب سینٹر مولانا سمیع الحق کے ساتھ جو شرمناک سلوک کیا وہ صرف ایک شخصیت کی ہتک کا معاملہ نہیں بلکہ یہ آزاد پاکستان کی ہتک ہے۔ حکومت اور قومی اسمبلی کی طرف سے اس بیہودہ طرز عمل کی جو پرزور مذمت کی گئی ہے وہ سراسر جائز ہے۔ اور صرف بلجئیم یا ہالینڈ کی حکومتوں ہی کو نہیں بلکہ پوری یورپی یونین کو غیر مشروط الفاظ میں پاکستان سے معافی مانگنی چاہیے۔

یہ صورتحال صرف ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثے کے بعد پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس سے برسوں پہلے بھی یورپی اور امریکی ہوائی اڈوں پر پاکستانی مسافروں کے ساتھ یہی بدسلوکی روا رکھی جاتی رہی۔ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء سے پہلے ہوائی اڈوں پر پاکستانی مسافروں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ منشیات کے حوالے سے کیا جاتا رہا۔ ستم یہ ہے کہ ان یورپیوں اور امریکیوں نے ہر پاکستانی کو منشیات کا اسمگلر قرار دے رکھا تھا چنانچہ ان کے سامان کے علاوہ خود ان کی ''جسمانی'' دیکھ بھال کے سلسلے میں ان کے لباس کے بعض حصے اتروائے جاتے رہے اور یہ تماشا ساری دنیا کے مسافروں کے سامنے ہوتا رہا۔ ستم یہ ہے کہ ہماری حکومتوں نے اور خاص طور پر ہماری وزارت خارجہ نے اور متعلقہ ممالک میں مقیم پاکستانی سفیروں نے اس جارحیت کا شاید ایک بار بھی نوٹس نہیں لیا۔ اور اگر لیا تو اہل پاکستان اس سے بے خبر ہیں۔ میرا

ذاتی تجربہ ہے کہ میرے شیونگ کے سامان تک کو مشینوں میں سے گزارا گیا اور میرے جوتے تک اتروائے گئے۔ ظاہر ہے کہ مجھے شدید ہتک کا احساس ہوا مگر یہ صرف میرا مسئلہ نہیں تھا۔ ہر پاکستانی مسافر کا مسئلہ تھا اور ستم یہ کہ ان پاکستانی مسافروں کے سامنے دوسرے ایشیائی مسافروں کو Clear کیا جاتا رہا اور پاکستانی مسافر ایک طرف مجرموں کی طرح کھڑے یہ سب کچھ دیکھتے اور غصے سے اپنا خون کھولاتے رہے۔...... پھر یہ حرکت صرف یورپی یونین سے سرزد نہیں ہوئی۔ آئے دن اس طرح کی خبریں ہماری نظروں سے گزرتی رہتی ہیں کہ کسی انگریز یا امریکن نے پاکستان کے داخلی امور میں مداخلت کرے۔ کوئی ہماری جمہوریت پر آوازے کستا ہے، کوئی ہمیں جمہوری اخلاق اختیار کرنے کا درس دیتا ہے اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہماری حکومت خاموش رہتی ہے۔ یوں غیر ملکیوں کو شہ ملتی ہے اور وہ پاکستان کے بارے میں زبان درازیاں جاری رکھتے ہیں۔ اگر کسی امریکی نے پاکستان کے کسی داخلی مسئلے میں مداخلت کی ہے تو ہماری حکومت کو اس کی مذمت کرنی چاہیے اور بے خوفی سے اعلان کرنا چاہیے کہ امریکہ کیساتھ ہماری دوستی کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اسی طرح کامن ویلتھ کے حوالے سے بعض انگریز لوگ ہمارے ملکی وقار کے ساتھ کھل کھیلے ہیں اور ہم اپنی حکومت سے یا کم سے کم اپنے فارن آفس سے متوقع رہے ہیں کہ وہ ان لوگوں کی کسی سیاسی مصلحت یا تحفظ کے بغیر مذمت کرے۔ ورنہ حکومت ہم پاکستانیوں کو اجازت دے کہ ہم میں سے اگر کوئی امریکہ یا برطانیہ یا یورپ کے کسی دوسرے ملک میں جائے تو وہاں کے داخلی معاملات پر گندگی کے ڈھیر الٹاتا پھرے۔ اب مثلاً ہمارے ایک منتخب سینٹر کے ساتھ بلجیئم نے جو سلوک کیا ہے، اسی طرح کا سلوک بلجیئم یا ہالینڈ کے کسی شخص سے کرنا چاہیے کہ اسے ڈیڑھ دو گھنٹے تک ایک طرح سے نظر بند رکھا جائے اور اس کے بعد اسے ائرپورٹ سے باہر جانے کی اجازت دیتے ہوئے اس پر واضح کیا جائے کہ تم آئندہ چوبیس گھنٹے کے اندر پاکستان سے نکل جاؤ ورنہ تمہیں گرفتار کرلیا جائے گا۔

یہ بے حد افسوسناک تضاد ہے کہ یوں تو امریکہ اور یورپی ممالک کی طرف سے عالمی دہشتگردی کے خلاف پاکستان کی مساعی کا بار بار اعتراف کیا جاتا ہے مگر پاکستانی مسافروں کے ساتھ ان ممالک کے ہوائی اڈوں پر ایسا سلوک کیا جاتا ہے جیسے وہ اول درجے کے دہشت گرد ہیں۔ بہرحال مولانا سمیع الحق کے ساتھ اور اس طرح پورے پاکستانی پارلیمانی وفد کے ساتھ یعنی پاکستان کے ساتھ جو غیر انسانی سلوک کیا گیا ہے اس کے سلسلے میں بلجیئم اور ہالینڈ والوں کو اپنے اپنے سفارتخانوں سے باز پرس کرنی چاہیے کہ انہوں نے ایک ایسے ''خطرناک'' شخص کو ویزا کیوں جاری کیا اور جب ان کے پاس ویزا موجود تھا تو انہیں کس اتھارٹی پر برسلز کے ایئرپورٹ پر روکا گیا اور دو گھنٹے تک اپنی تحویل میں رکھا گیا۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اسکی مذمت صرف پاکستان کو نہیں بلکہ تمام مہذب ممالک کو کرنی چاہیے۔ اس طرز عمل سے تو ویزے کا تکلف ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔...... امریکی اور یورپی ممالک کے ویزا آفس میں ویزا حاصل کرنے والوں کے ساتھ عموماً جو سلوک کیا جاتا ہے وہ پولیس مشتبہ ملزموں کے ساتھ بھی نہیں کرتی۔ بالکل اس طرح جیسے ابن انشاء مرحوم نے لاہور میں رکشہ کرائے پر لینے کے سلسلے میں لکھا تھا کہ انہوں نے ایک رکشا ڈرائیور سے اپنا مقصد بیان

کیا تو ڈرائیور نے پوچھا کہ...... آپ کا نام کیا ہے؟ ولدیت کیا ہے؟ قومیت کیا ہے؟ کراچی کے کس محلے میں رہتے ہیں؟ لاہور کس مقصد سے آئے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اب جب ڈرائیور کو سب سوالوں کے تسلی بخش جواب مل جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ رکشہ کا پیٹرول ختم ہو چکا ہے اس لئے میں کہیں نہیں جاسکوں گا۔ ویزا جاری کرنے والے بھی اسی طرح کے سوال پوچھتے ہیں اور عموماً معذرت کردیتے ہیں کہ آپ کو ویزا نہیں دیا جاسکتا۔ مگر مولانا سمیع الحق کو تو ویزا مل گیا تھا۔ بہرحال برسلز میں ان کے ساتھ بدسلوکی کا فوری بدلہ تو پاکستان کے پارلیمانی وفد نے نہایت غیرت مندی سے چکا دیا اور یورپی یونین کے ساتھ ملاقات سے انکار کردیا۔ پاکستانی وفد کو یہی کرنا چاہیے تھا اور اس انتقامی کاروائی کے سلسلے میں ہمارا وفد مبارکباد کا مستحق ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کے وزیر خارجہ جناب خورشید محمود قصوری نے نہ صرف اس واقعے کے سلسلے میں شدید ردعمل ظاہر کیا ہوگا بلکہ وہ کچھ ایسا بندوبست کریں گے کہ غیر ملکی ہوائی اڈوں پر پاکستانی مسافروں کے ساتھ بدسلوکی کا یہ رویہ ختم ہوجائے۔ انہیں پاکستانی سفیروں پر بھی واضح کرنا چاہیے کہ پاکستانی مسافروں کے ان پر بھی کچھ حقوق ہیں اور انہیں یہ حقوق ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' ۲۷ اپریل ۲۰۰۴ء)

جناب عبدالقادر حسن

جذبہ حب الوطنی اور ملّی غیرت کا تقاضا

ہماری کلاہ کے طرے میں جو تھوڑی بہت کلف باقی رہ گئی ہے مغرب کی دنیا اس کو بھی اپنی نخوت اور بدتمیزی سے جھاڑ کر اڑا دینا چاہتی ہے لیکن شکریہ سینیٹر سید مشاہد حسین کا جنہوں نے قومی غیرت دکھائی اور یورپی یونین کے نمائندوں سے ملاقاتوں سے انکار کردیا اور یہ دورہ منسوخ کر کے اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔ ہوا یوں کہ پاکستان مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل سینیٹر سید مشاہد حسین کی قیادت میں یورپی ممالک کے دورے پر جانے والے سینٹ کے وفد کے ایک محترم رکن مولانا سمیع الحق کو برسلز میں ائرپورٹ پر روک لیا گیا۔ یہ پاکستانی وفد جرمنی سے بلجیم کے دورے پر جارہا تھا۔ اس یورپی ملک کے حکام نے کہا کہ مولانا طالبان کے خالق اور دہشت گردی کے سرپرست ہیں۔ وفد کے قائد نے پوری کوشش کی مگر ان کی ایک نہ مانی گئی چنانچہ سید مشاہد حسین نے وزیراعظم شوکت عزیز سے رابطہ کیا جن کی کوششوں سے مولانا کو رہائی ملی۔ تین گھنٹے تک روکنے کے بعد ان کو ائیرپورٹ سے باہر جانے کی اجازت ملی۔ یہ لوگ مولانا سے بعض معاملات پر تفتیش کرنا چاہتے تھے چنانچہ وہ تین گھنٹے تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ بعد میں طویل احتجاج کے بعد سید مشاہد سے کہا گیا کہ وفد کے باقی اراکین یورپی یونین کے وفد سے مل سکتے ہیں مگر مولانا سمیع الحق ایسا

نہیں کر سکتے لیکن وفد کے قائد نے کہا کہ ملیں گے تو سب ملیں گے ورنہ نہیں۔ چنانچہ وفد نے یہ ملاقاتیں کرنے سے انکار کر دیا۔ وفد کے قائد نے بتایا کہ دورے پر روانگی سے قبل یورپی ممالک کے نمائندوں کو دورے کا بتایا گیا مگر کسی طرف سے اعتراض سامنے نہیں آیا۔ ویزے وغیرہ سب درست اور کاغذات مکمل تھے۔ قومی اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد میں یورپی ملک کے اس رویے پر سخت اعتراض کیا ہے جو بین الاقوامی شائستگی، بنیادی حقوق اور باہمی تعلقات کی توہین آمیز خلاف ورزی ہے۔

اس سے قبل بھی مولانا فضل الرحمٰن اور قاضی حسین احمد کے ساتھ ایسے واقعات ہو چکے ہیں جب ان کو ویزا دینے سے انکار کر دیا اور یورپ میں ان کے میزبانوں کو بھی پریشان کیا گیا، کسی ملک کی پارلیمنٹ کے منتخب ارکان کے ساتھ ایسا سلوک بذات خود ایک دہشت گردی ہے اور سید مشاہد حسین نے پاکستانی وقار اور غیرت وحمیت کی نمائندگی کر کے ایک محب وطن کا کردار ادا کیا ہے۔ ہماری حکومت جو مغربی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کی اطلاعات دیتی رہتی ہے اور پاکستان کے امیج کی بہتری کا اعلان کیا کرتی ہے اسے اس توہین آمیز واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور ان حکومتوں سے کھلم کھلا کسی تحفظ کے بغیر احتجاج کرنا چاہیے جنہوں نے پاکستانیوں کو ایک مجرم قوم تصور کر لیا ہے۔ خارجہ امور کی نزاکتیں اور نفاستیں اپنی جگہ ایسے ملکوں کے ساتھ سفارتی تعلقات پر بھی نظر ثانی کرنی ضروری ہے۔ ان ملکوں کو یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ ہم ایک آزاد ملک ہیں اور ہم ان کے ساتھ وہی سلوک کر سکتے ہیں جو وہ کرتے ہیں۔ تاریخ میں ایسی لاتعداد مثالیں ملتی ہیں جب کمزور اور غریب قوموں نے بھی اپنی عزت و وقار پر سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا اور طاقتور تلملا کر رہ گئے لیکن ہم پاکستانی اتنے گئے گزرے نہیں ہیں۔ ہم دنیا کی سات ایٹمی قوتوں میں سے ایک ہیں۔ اور قومی وسائل سے مالا مال ہیں۔ ہمیں تو اپنی بدقسمتیوں نے گھیرے رکھا ہے ورنہ ہم دنیا داری میں کسی سے کم نہیں اور اس کمزور حالت میں بھی ہم ایسے نہیں ہیں کہ اس طرح کے توہین آمیز سلوک کو برداشت کر لیں۔ بین الاقوامی تعلقات کی پیچیدگیوں کو ہماری وزارت خارجہ بہتر سمجھتی ہے اس کا فرض منصبی ہی یہی ہے لیکن برسلز میں ہمارے سفارت خانے کے عملے نے اس موقع پر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ ان کے تساہل کا تاثر ملتا ہے جو بےحد افسوسناک ہے۔ پارلیمنٹ کی خارجہ کمیٹی کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے اگر ہمارے سفارت کاروں کے بارے میں یہ تاثر درست ہے تو پھر اس پر ذمہ دار لوگوں کی سرزنش لازم ہے۔ آخر یہ لوگ اور کس مرض کی دوا ہیں کیا ہم انہیں آسودہ زندگی اور شاپنگ کے لئے قومی خرچ پر باہر بھجواتے ہیں۔ .... یہاں ایک رجعت پسندانہ بات کرتا ہوں کہ مغربی دنیا نے مسلمانوں کو اپنی نفرت کا نشانہ بنالیا جب سے امریکہ نے طاقت پکڑی ہے تب سے دوسرے مغربی ممالک بھی اس کی شہ پر شیر ہو گئے ہیں اور وہ مسلمانوں کی توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اس دورے میں مولانا سمیع الحق نہ تو کوئی دہشت گردوں کا گروہ ساتھ لیکر یورپ گئے تھے اور نہ ہی وہاں ان کی کوئی تنظیم تھی جس کو انہوں نے ہدایت دینی تھیں۔ ان

پر الزام یہ لگایا گیا ہے کہ وہ طالبان کی پیدائش کے ذمہ دار ہیں اور ان کا مدرسہ دہشت گردوں کی تربیت کرتا ہے۔ افغانستان میں روس کیخلاف جنگ ابھی کل کی بات ہے جب یہی امریکی اور یورپی طالبان کے سرپرست اور ان دہشتگردوں کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اگر کسی یورپی ملک کو تفتیش کرنی ہے تو وہ ان امریکیوں سے کرے جو افغانستان میں ملوث رہے ہیں انکے پاس ان طالبان کی پوری تفصیلات موجود ہیں اور اسامہ بن لادن کے بارے میں وہ ہم سے بہرحال زیادہ جانتے ہیں کہ اسکے اصل سرپرست وہی تھے۔ ابھی تک پاکستان میں کچھ جان باقی ہے اور پاکستانیوں کے دلوں میں ایمان کی روشنی چمک رہی ہے چنانچہ مغرب کی پوری کوشش ہے کہ اس ملک سے روح اسلام نکال دی جائے کبھی وہ تعلیمی نصاب کی بات کرتے ہیں اور کبھی وہ ہمارے ایٹمی مال واسباب کو دیکھ کر برہم ہو جاتے ہیں۔ اصل مسئلہ محض مولانا سمیع الحق نہیں ہیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ والے جانتے ہیں کہ پاکستانی کس قدر جانباز قوم ہیں۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ اس قوم کے اندر سے ایمان ویقین کو باہر نکال دیا جائے اور پھر ان بھیڑ بکریوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے۔ سید مشاہد حسین نے پاکستانی قوم کے جذبات کی صحیح نمائندگی کی ہے واپسی پر انہیں اس صورت حال کا سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہیے اور اپنی حکومت کو کچھ ہلانا چاہیے۔ (روزنامہ جنگ ۲۴ر اپریل ۲۰۰۵ء)

جناب جاوید چودھری

جرم وہ نہیں

کینتھ بیگلے کا تعلق برطانیہ سے تھا' وہ ۶۲ ویں برس کا ایک بوڑھا انجینئر تھا۔ ۲۰۰۴ء کے شروع میں اس کی کمپنی نے عراق میں کام شروع کیا تو کینتھ بغداد آ گیا' ستمبر کے وسط میں اسے اغواء کر لیا گیا' عراق کے دو متحارب گروپوں نے اغوا کی ذمہ داری قبول کر لی' کینتھ کے اغواء نے برطانوی معاشرے کو ہلا کر رکھا دیا' ٹونی بلیئر کی پوری حکومت کینتھ کو چھڑانے میں مصروف ہوگئی۔ برطانوی وزیر اعظم نے اغوا کاروں سے براہ راست مذاکرات کئے۔ برطانوی کابینہ کے وزراء نے عراقی مجاہدین سے رابطہ کیا اپوزیشن اور این جی اوز نے بھی کینتھ کی رہائی کے لئے تحریک چلائی اس مشکل وقت میں برطانیہ میں موجود مسلم علماء کرام آگے آئے اور انہوں نے بھی عراقی مجاہدین کو سمجھانا شروع کر دیا اس وقت برطانیہ میں اٹھارہ لاکھ مسلمان ہیں' وہاں ۹۸۲ء مساجد اور اسلامک سینٹر ہیں' مسلمانوں کی تنظیموں کی تعداد ۸۹ ہے جن میں ۶۸ تنظیمیں پاکستانی ہیں یہ تمام تنظیمیں یہ تمام علماء کرام آگے بڑھے۔ اور وہ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلیویژن چینلوں کے ذریعے عراق اغوا کاروں سے مخاطب ہوئے ان لوگوں نے قرآن مجید اور احادیث کے حوالے

دے کر عراق مجاہدین کو سمجھایا برطانوی حکومت کو علماء کرام کا یہ انداز اچھا لگا۔ لہٰذا حکومتی سطح پر علماء کرام کا اغواء کاروں سے رابطہ کرادیا گیا' ستمبر کے آخر میں جب برطانوی حکومت کا وفد عراق گیا تو اس وفد میں مسلم علماء کو بھی شامل کرلیا گیا ان علماء کرام نے بغداد میں بڑا مرکزی کردار ادا کیا' یہ لوگ اغواء کاروں سے ملے اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی' گو یہ کوششیں بارآور ثابت نہ ہوئیں اور اغوا کاروں نے کینتھ کو قتل کردیا لیکن اس کے باوجود برطانوی حکومت نے مسلم علماء کرام کا شکریہ ادا کیا۔

امریکہ کے گیارہ ستمبر کے سانحے کے بعد پوری اسلامی دنیا میں بڑی تبدیلی آئی' اسلامی ممالک میں سے ۵۱ ممالک اور مسلمانوں کی تمام عالمی تنظیموں نے دہشت گردی کی مخالفت کی' امریکہ میں اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ مسلمانوں کی سب بڑی تنظیم ہے اس تنظیم کے تین ہزار اسلامک سینٹر اور ۳۰۰ اسلامی سکول ہیں' اس تنظیم نے نہ صرف دہشت گردی کی بھرپور مذمت کی بلکہ ہرفورم پر امریکی قوم کے شانے سے شانہ ملا کر کھڑی رہی اس تنظیم نے گیارہ ستمبر کے حادثے میں مرنے والوں کا سوگ منایا' ان کے لئے دعا کرائی' دہشت گردوں کے خلاف فتوے جاری کئے اور سانحے کے ریفرنس کرائے 51 اسلامی ممالک پچھلے تین برسوں سے گیارہ ستمبر کا سوگ منا رہے ہیں' پاکستان کے اندر بھی ایسی اسلامی تنظیموں کی کمی نہیں جو آج تک امریکی موقف کی تائید کررہی ہیں یہ گیارہ ستمبر کے بارے میں اسلامی دنیا بالخصوص پاکستان کا رویہ ہے پاکستان امریکی دوستی میں اس قدر آگے جاچکا ہے کہ اس نے عراق اور افغانستان کے معاملے میں امریکہ سے تعاون کیا' ایک طرف یہ صورتحال ہے مسلمان دہشت گردی کے معاملے میں توقعات سے بڑھ کر امریکہ اور یورپ کا ساتھ دے رہے ہیں جبکہ دوسری طرف ہمارے سینٹ کا آٹھ رکنی وفد یورپی یونین کی قیادت سے ملاقات کے لئے بلجیئم جاتا ہے تو سینٹر مولانا سمیع الحق کو برسلز ایئرپورٹ پر روک لیا جاتا ہے۔ انہیں ڈیڑھ گھنٹے تک روکے رکھا جاتا ہے' ہمارے وزیراعظم بلجیئم کے حکام کو فون کرتے ہیں تو سمیع الحق کو اس شرط پر بلجیئم میں داخل ہونے کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے میں ملک چھوڑ دیں گے جب ہمارے وفد کے سربراہ مشاہد حسین اس سلوک پر احتجاج کرتے ہیں تو یورپی یونین کے حکام ''ہم طالبان کے دوستوں سے ملنے کے لئے تیار نہیں ہیں'' کا جواز پیش کرکے ملاقات سے ہی انکار کردیتے ہیں' بعدازاں لندن ایئرپورٹ پر بھی مولانا سے توہین آمیز سلوک کیا جاتا ہے یہ سلسلہ صرف مولانا تک محدود نہیں رہتا 24 اپریل کو بلوچستان کے وزیر بلدیات حافظ حسین شرودی برطانیہ جاتے ہیں تو انہیں بھی مانچسٹر ائیرپورٹ پر روک لیا جاتا ہے اور چار گھنٹے تک ان سے بھی تفتیش کی جاتی ہے۔ پاکستانی سیاستدانوں اور علماء کرام کے ساتھ یورپ کا یہ رویہ ناقابل فہم ہے ہم لوگ اس قدر روشن خیال اور اعتدال پسند ہیں کہ ہم اسلامی پر یورپ اور امریکہ کی یلغار پر ان کا ساتھ دیتے ہیں ہم امریکی ٹینکوں اور جہازوں کو اڈے فراہم کرتے ہیں ہم عالمی فورموں پر امریکی موقف کی حمایت بھی کرتے ہیں لیکن جب ہمارے پارلیمنٹیرینز سینٹر اور وزیر سرکاری

دورے پر یورپ جاتے ہیں تو یورپی حکام انہیں ایئرپورٹ پر روک لیتے ہیں، چار چار گھنٹے تک ان کی تلاشی لیتے رہتے ہیں کیا یہ زیادتی نہیں ؟ کیا یہ توہین نہیں؟

میرے ایک دوست نے اس واقعے پر بڑا خوبصورت تبصرہ کیا، اس نے کہا کہ مولانا سمیع الحق اور حافظ شرودی کا جرم داڑھی اور طالبان نہیں تھا ان کا جرم ایمانداری اور پاکبازی تھا اگر وہ بھی خدانخواستہ کسی اخلاقی ''جرم'' کے مرتکب ہوتے تو ان کے بارے میں یورپ کا رویہ مختلف ہوتا انہیں جلوس کی شکل میں برسلز لے جایا جاتا اور لوگ قطار میں کھڑے ہو کر ان سے آٹوگراف لیتے، میں نے اپنے دوست سے اتفاق کیا لہٰذا میں نے ایک حکومتی عہدیدار کو فون کیا اور اس سے درخواست کی پاکستان یورپ اور امریکہ میں آئندہ بھی جو وفد بھجوائے، اس کی روانگی سے پہلے اس کے خلاف کسی اخلاقی جرم میں ایک رپٹ ضرور درج کرادی جائے یورپ کے رہنما ایئرپورٹ پر اس کا استقبال کریں گے۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' ۲۸ اپریل ۲۰۰۵ء)

جناب اعجاز الحق صدیقی

مولانا سمیع الحق کے ساتھ غیر مہذب برتاؤ

اے اہل وطن! کیا آپ ایسی صورتحال کا تصور کر سکتے ہیں کہ یورپی یونین کا کوئی وفد پاکستان کے کسی ایئرپورٹ پر اترے تو سیکورٹی کا عملہ وفد کے ایک ممبر کو باقی ممبران سے الگ کر کے اس سے لمبی پوچھ گچھ کرے اس کی ذاتی ڈائری کا ایک ایک ورق دیکھے، اس کے فون نمبرز نوٹ کرے، اس کے وزٹنگ کارڈز کی فوٹو کاپیاں کر کے محفوظ کر لے اور اس ضمن میں اس کے ہمراہیوں کے احتجاج کی بھی پرواہ نہ کرے، تا آنکہ کسی یورپی ملک کے صدر یا وزیراعظم کی درخواست پر اسے چھوڑا جائے؟ اور کیا یہ سوچا جاسکتا ہے کہ یورپ سے کوئی وفد پاکستان آئے تو پاکستانی پارلیمنٹ کے ارکان اس بناء پر وفد سے طے شدہ ملاقات منسوخ کر دیں کہ ان کے خیال میں وفد میں ایک مشتبہ شخص شامل ہے؟ میرے خیال میں تو ایسے منظرنامے کا تصور بھی محال ہے مگر یورپ کو اپنا آئیڈیل قرار دینے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اپنا سب کچھ لٹا دینے والے پاکستانیوں کو بآسانی اس طرح کے سلوک کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ داڑھی اور پگڑی والوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے میں تو اور بھی سہولت ہے کہ ان کی تضحیک پر یورپی یونین ناراض ہوتی ہے نہ حکومت پاکستان۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بلجیئم حکام کو یہ جرأت ہوئی کہ برسلز ائرپورٹ پر پاکستانی پارلیمانی وفد کے ایک

معزز مگر پارلیش رکن مولانا سمیع الحق کو جو جمعیت العلمائے اسلام (س) اور سینٹ میں قائمہ کمیٹی برائے مذہبی و اقلیتی امور کے سربراہ بھی ہیں سے غیر شریفانہ سلوک روا رکھے۔ ایسا سلوک جو کسی یورپی کے ساتھ ہوتو پورا یورپ تلملا اٹھے۔

مولانا سمیع الحق کے ساتھ غیر مہذبانہ برتاؤ پر جب مختلف گوشوں سے احتجاج ہوا تو یورپی یونین کے خارجہ امور کے سربراہ ہاوئیر مولانا نے معذرت کر لی۔ انہوں نے کہا کہ ''سمیع الحق سے ناروا سلوک پر افسوس ہوا' وہ ہمارے قابل احترام ہیں۔ ایئرپورٹ پر وفد کے کسی معزز رکن کو روکنا یا ملاقات سے انکار کرنا مناسب رویہ نہیں۔ یہ سب کچھ غلط فہمی کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس واقعہ کا جائزہ لے رہے ہیں جس کے بعد کچھ کہہ سکیں گے۔'' جائزے کے بعد جو کہا جائے گا یا آئندہ ایسے ناخوشگوار واقعے سے بچنے کے لئے جو پیش بندی کی جائے گی ہمیں اس کا ابھی سے اندازہ ہے۔ تاہم یورپی یونین کی جانب سے اس معذرت کو اس لحاظ سے غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یونین کی طرف سے یہ معذرت حکومت پاکستان کی طرف سے کسی احتجاج کی بنا پر سامنے نہیں آئی۔ اس کے برعکس پاکستانی دفتر خارجہ کے ترجمان جلیل عباس جیلانی نے ایرانی خبر رساں ادارے کو بتایا کہ ''مولانا سمیع الحق سے بدسلوکی پر یورپی یونین کے ساتھ تعلقات میں کمی کا کوئی امکان نہیں ہے۔'' انہوں نے کہا کہ ''پاکستان اور یورپی یونین کے درمیان مضبوط تعلقات استوار ہیں اور برسلز میں پیش آنے والے واقعہ کا یونین کی پالیسیوں سے کوئی تعلق نہیں۔''

پاکستانی وفد اور اس کے معزز رکن کے ساتھ بدسلوکی پر پاکستانی حکومت کو جو دکھ ہوا اور اس نے جس ردعمل کا مظاہرہ کیا اسے دیکھ کر اگر کوئی یہ کہے تو بے جا نہ ہوگا کہ دنیا بھر میں پاکستانیوں کے ساتھ جو امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے' اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حکومت پاکستان اس پر دل میلا کرتی ہے اور نہ بدسلوکی کرنے والوں کے ساتھ اس کے دوستانہ مراسم متاثر ہوتے ہیں۔ پاکستانیوں سے خود اپنی ہی حکومت کی اس لاپرواہی کا نتیجہ یہ ہے کہ باہر جانے والے پاکستانیوں خصوصاً داڑھی سے مزین اور پگڑیوں سے سجے چہروں کی بے توقیری ''لازمہ دوستی'' بن کر رہ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا سمیع الحق کو ہمارے دوست ملک برطانیہ میں بھی امتیازی سلوک کا مستحق سمجھا گیا اور یہ شدت میں اس بدسلوکی سے زیادہ تھا جو ان کے ساتھ برسلز ائرپورٹ پر روا رکھی گئی۔ مولانا کے سیکرٹری شفیق فاروقی جو خود بھی مولانا سمیع الحق کے ساتھ لندن ایئرپورٹ پر موجود تھے' نے وطن واپسی پر این این آئی کو بتایا کہ مولانا کو بورڈنگ کارڈ ملنے کے بعد تین پولیس اہلکاروں نے روکا اور ایک کمرے میں بٹھا کر ان کے تمام سامان کی تلاشی لی۔ کاغذات اور وزٹنگ کارڈز کی فوٹو کاپیاں کی گئیں۔ سوا گھنٹے تک ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری کو چیک کیا گیا اور اس کی فوٹو کاپیاں کی گئیں۔ اس لحاظ سے یہ سلوک مولانا کے ساتھ برسلز میں ہونے والے سلوک سے بدتر تھا۔ جب مولانا سمیع الحق سے اس واقعہ کے بارے میں تفصیلات جاننے کے لئے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے مذکورہ باتوں کے علاوہ بتایا کہ انہوں نے اپنے ساتھ اس سلوک پر پولیس کو بتایا کہ ''وہ ایک سیاسی پارٹی کے سربراہ اور پارلیمانی وفد کے ممبر ہیں' باقاعدہ ویزا لے

کر آپ کے ملک میں آئے ہیں، مگر اب برطانیہ جانے کی بجائے وطن واپس جا رہے ہیں" انہوں نے کہا "میں نے برطانوی افسران کو بتایا کہ "آپکا فعل زیادتی ہے اور آپ کے جمہوریت کے دعووں کے خلاف ہے" (روزنامہ اسلام)

جناب رانا غلام قادر

قومی اسمبلی اور سینٹ کا پہلی بار اتفاق رائے کا مظاہرہ

قومی اسمبلی کا ہنگامہ خیز اجلاس غیر معینہ مدت تک کے لئے ملتوی ہو گیا ہے اور سینٹ کا ہنگامہ خیز اجلاس شروع ہو گیا ہے لیکن یہ اجلاس زیادہ دیر تک نہیں چلے گا کیونکہ اسے متحدہ اپوزیشن نے ریکوزیشن دے کر بلایا۔ حکومتی ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ اجلاس صرف دو دن چلے گا البتہ حکومت اپوزیشن مفاہمت کی صورت میں تھوڑی سی توسیع ہو سکتی ہے لیکن یہ امکان بہت کم ہے۔ سینٹ کا اجلاس ریکوزیشن کرنے کے لئے ۲۳ ممبران کے دستخطوں کی ضرورت ہے لیکن اس ریکوزیشن پر ۲۹ ممبران سینٹ نے دستخط کئے ہیں۔ قومی اسمبلی کی طرح سینٹ میں بھی ایم ایم اے کے رہنما اور جمعیت علماء اسلام (س) کے صدر مولانا سمیع الحق کو برسلز ایئر پورٹ پر تین گھنٹے تک روکے رکھنے پر شدید احتجاج کیا گیا۔ اس سے پہلے قومی اسمبلی میں بھی ایم ایم اے کے راہنما سینٹر مولانا سمیع الحق کے ساتھ بلجیئم کے دارالحکومت برسلز میں ہونے والے ناروا سلوک پر شدید احتجاج کیا گیا۔ حکومت نے دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے متفقہ قرارداد ایوان میں پیش کی جسے وزیر پارلیمانی امور ڈاکٹر شیر افگن خان نے پیش کیا۔ مگر یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے پانے کی بجائے اس وقت بدمزگی کا شکار ہو گیا جب ڈپٹی سپیکر سردار محمد یعقوب نے تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کو اس موضوع پر بات کرنے کی اجازت نہ دی۔ عمران خان کو بات کرنے کی اجازت نہ دینے پر بطور احتجاج اپوزیشن کی تمام جماعتوں نے بائیکاٹ کیا لیکن علامتی واک آؤٹ کے بعد ممبران واپس آ گئے لیکن اس دوران فاٹا سے تعلق رکھنے والے حکومتی رکن منیر اورکزئی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واک آؤٹ کر گئے کہ ان کا نام محرکین کی فہرست میں کیوں درج نہیں کیا گیا۔ مسلم لیگ کے پارلیمانی لیڈر چوہدری شجاعت حسین کو ایسے معاملات کا نوٹس لینا چاہیے جن کی وجہ سے ایوان کا ماحول بلاوجہ خراب ہوتا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبیؐ کے موقع پر اسلام آباد میں وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام ہونے والی قومی سیرت کانفرنس میں بھی مولانا سمیع الحق سے کئے جانے والے ناروا سلوک کی شدید مذمت کی گئی اور متفقہ قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ بلجیئم کی حکومت سے سفارتی تعلقات فوراً منقطع کرے البتہ قومی اسمبلی سے منظور

کی گئی متفقہ قرارداد میں جہاں واقعہ کی مذمت کی گئی ہے وہاں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس واقعہ پر بلجیئم کی حکومت سے احتجاج کرے۔ ہوا یوں کہ سینٹر مولانا سمیع الحق پارلیمانی وفد کے رکن کے طور پر بلجیئم گئے تھے اس وفد کی سربراہی مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل سینٹر مشاہد حسین کرر ہے تھے۔ مولانا سمیع الحق کو عملہ نے ایئرپورٹ پر روک لیا اور داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ انہیں تقریباً تین گھنٹے ایئرپورٹ پر روکا گیا اور وزیراعظم شوکت عزیز کو براہ راست مداخلت کرنا پڑی، قومی اسمبلی میں اظہار خیال کرتے ہوئے حکومت اور اپوزیشن دونوں جانب کے ممبران نے اس واقعہ کی مذمت کی اور اسے سفارتی آداب کے منافی قرار دیا۔ دفتر خارجہ نے یورپی یونین اور بلجیئم کے سفیروں کو طلب کر کے ان سے اس واقعہ پر احتجاج کیا اور اپنی تشویش سے انہیں آگاہ کیا ہے لیکن سوال اپنی جگہ پر اہمیت کا حامل ہے کہ آخر نوبت یہاں تک کیسے آئی کہ ملک کے وقار کو نقصان پہنچا اور یہ توہین آمیز واقعہ رونما ہوا ہماری وزارت خارجہ کو چاہیے کہ وہ اس امر کو یقینی بنائیں کہ آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ رونما نہ ہو۔ پاکستان ایک آزاد خود مختار اور باوقار ملک ہے ہم دہشت گردی کے خلاف فرنٹ اسٹیٹ کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود کسی مغربی ملک کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی پاکستانی شہری خصوصاً جب وہ منتخب رکن پارلیمنٹ ہو اس کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کرے۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' ۲۸ اپریل ۲۰۰۵ء)

جناب چوہدری احسن پریمی

یورپی یونین کا دوہرا معیار

گزشتہ دنوں یورپی پارلیمنٹ نے پاکستانی وفد میں سینٹر مولانا سمیع الحق کی شمولیت پر اعتراض کرتے ہوئے طے شدہ ملاقات منسوخ کر دی۔ برطانوی رکن پارلیمنٹ اور یورپی یونین اسمبلی کی جنوبی اشیا کی بین الپارلیمانی کمیٹی کی سربرہ نینا گل کے مطابق کہ یورپی یونین جمہوریت، مساوات اور انسانی حقوق کی علمبردار ہے ہم ایسے افراد کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے جو خود کو ان سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ ہمیں سمیع الحق کی شمولیت قبول نہیں کیونکہ وہ ان کی نمائندگی کرتے ہیں جن کے ہم خلاف ہیں۔

مذکورہ بالا واقعہ کو انسانی حقوق کے عالمگیر اعلان یو ڈی آر ایچ آر کی روشنی میں دیکھا جائے تو یورپی پارلیمنٹ و یورپی یونین نے دوہرے معیار کے ساتھ ساتھ انتہاپسندی و بنیاد پرستی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حکومت پاکستان کو چاہیے کہ وہ اقوام متحدہ کی وساطت سے یورپی یونین اور یورپی پارلیمنٹ سے پوچھے کہ وہ کون سے انسانی حقوق کی علمبردار ہے؟

کیونکہ انسانی حقوق کے عالمگیر اعلان یو ڈی ایچ آر میں نسلی امتیاز کو معاہدہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

کوئی بھی امتیاز، اخراج، حد بندی یا ترجیح جس کی بنیاد نسل، رنگ، نسب یا قومی یا نسلی وابستگی پر ہو اور جس کا مقصد انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے مساوی بنیاد پر اعتراف، خوشی و مسرت یا نفاذ کو سیاسی، معاشی، سماجی، ثقافتی یا عوامی زندگی کے کسی دوسرے میدان میں ختم کرنا یا کمزور کرنا (دفعہ 1)

وہ حقوق اور آزادیاں جو یو ڈی ایچ آر اور آئی سی سی پی آر میں دی گی ہیں عالمگیر ہیں خواہ کسی انسان کا رنگ جامنی ہے، وہ ایک اجنبی زبان بولتا ہے، کسی اجنبی سیاسی اصول کا دعویٰ کرتا ہے، اور ایک عجیب مذہب کا پیروکار ہے یا کسی طور پر معذور ہے، ایسے مرد/عورت ان حقوق کا مستحق ہے دفعہ 2 ایک ریاست کو پابند کرتی ہے کہ وہ ایسے ملک کے قوانین کا موازنہ آئی سی سی پی آر سے کرے جو قوانین بھی ضروری ہوں منظور کرے تاکہ معاہدہ میں دیئے گئے حقوق کی حفاظت کرے اور انہیں قابل عمل بنائیں کیا ہماری وزارت خارجہ اور وفاقی دارالحکومت میں انسانی حقوق کے بلند بانگ دعوے دار این جی اوز میں یہ جرات ہے کہ وہ مذکورہ بالا معاہدہ کی روشنی میں یورپی پارلیمنٹ و یورپی یونین سے پوچھیں کہ انہوں نے مذکورہ بالا معاہدہ اپنے ہاں قابل عمل بنایا ہوا ہے تو پاکستانی پارلیمنٹرین مولانا سمیع الحق سے بدتمیزی کیوں؟

اگر یورپی یونین نے یو ڈی ایچ آر کی دفعہ 2 کے تحت اپنے قوانین کا موازنہ اور قانون منظور نہیں کیا تو وہ کیسے جمہوریت، مساوات اور انسانی حقوق کا علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتی ہے جبکہ دفعہ 2 میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان حقوق کی کسی بھی خلاف ورزی کی صورتمیں معاوضہ اور عدالتی چارہ جوئی کے حق کو یقینی بنایا جائے کہ معاوضہ یا چارہ جوئی نافذ العمل ہے۔

ریاستیں بعض اوقات مثبت کارروائی چاہتی ہیں تاکہ وہ ان حالات کو کم یا ختم کرسکیں جو امتیاز یا فرق کو پیدا کرنے یا انہیں دوام بخشنے میں مدد کرتے ہیں۔ (ایچ آر سی: عام تشریح نمبر 18) یورپی پارلیمنٹ کی ممبر نینا گل نے مولانا سمیع الحق کے حوالے سے مزید کہا کہ میں یورپی پارلیمنٹ سے یہ سفارش کروں گی کہ وہ مستقبل میں ملاقات کرنے والے وفود کے بارے میں پوری طرح چھان بین کیا کریں تاکہ اس قسم کی ناخوشگوار صورتحال پیدا نہ ہو اس سے پہلے مولانا سمیع الحق کو برسلز ائرپورٹ پر روک دیا گیا لیکن وزیراعظم شوکت عزیز کے برسلز حکام کے ساتھ رابطے کے بعد امیگریشن احکام نے انہیں ائیرپورٹ سے باہر جانے کی اجازت دے دی۔

پاکستان کے ۸ رکنی وفد نے کمیٹی سے مذاکرات کے علاوہ یورپی یونین کی خارجہ امور کی کمیٹی کے سربراہ سے بھی ملاقات کرنا تھی برسلز میں پاکستانی سفیر نے یورپی پارلیمنٹ کے اقدام کو بدقسمتی قرار دیا ہے وفد کے لیڈر سینٹر مشاہد حسین سید نے یورپی پارلیمنٹ سے ملاقات نہیں کرے گا۔ یورپی پارلیمنٹ نے دوہرے معیار کا مظاہرہ کیا ہے۔ یورپی پارلیمنٹ کی طرف سے مولانا سمیع الحق سے بدتمیزی حقیقت میں پاکستان کی عالمی برادری میں بے توقیری ہوئی ہے۔